



بس لہجہ ہی اچانک

عالیہ حرا

سنتا تھا وہ بھی سب سے پرانی کہانیاں
شاید رفاقتوں کی ضرورت اُسے بھی تھی

امی نے جونہی بچن میں جھانکا ان کا خون کھول
اٹھا۔ بچن کا وٹنر پڑے میں چائے کے کپ رکھے
تھے جن سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ قریب ہی سمو سے
اور چپس کی پلیٹس تھیں اور خود غبرین تیزی سے
چائے کی لیٹل چکا رہی تھی۔
”پہلے یہ چائے اندر پہنچادے نامراد پھر پتیلی کو
غسل دیتی رہنا۔“
”بس امی! دو منٹ! ہاتھ کے ہاتھ کام نمٹانا
چاہئے۔ شاز یہ چوہدری کی ہیروئن بھی تو.....!“
”آگ لگے تیرے افسانوں کو اور ان کی
ہیروئنوں کو کم بخت یہ تو دیکھ اندر آئے مہمانوں کو
گنتی دیر ہوگئی ہے بیٹھے ہوئے۔ پہلے موسیٰ نے دیر
کردی سوئے پہ سہاگہ تو نے کر دیا۔ چل جاڑے
لے کر۔“ انہوں نے اس کی ساری خوشی پر پانی
پھیر دیا۔
”امی! آپ بھی بس نا۔“ شا کی نظروں سے
دیکھا۔ جو بابا امی نے کھا جانے والی نظروں سے
دیکھا اور وہ ٹرے اٹھا کر باہر نکل گئی جہاں امی کی
سہیلی مع اپنے تین بچوں کے آئی ہوئی تھیں۔
آج کل اس پر گھرداری کا بھوت سوار تھا۔ چن
دین پہلے ہی بی بی اے کے پیپر زدے کر فارغ ہوئی
تھی۔ رسالے پڑھ پڑھ کر اسے بھی شوق ہوا
افسانوی ہیروئن بننا چائے۔ سنا پڑھا تھا کہ سکھ
سلیقہ مند صوم و صلوٰۃ کی حامل لڑکیوں کو سب پسند
کرتے ہیں۔ ان کے رشتہ بھی جلدی طے ہو جاتے
ہیں ایسی لڑکیاں آئینڈیل ہوتی ہیں اور دور پار کے
رشتہ دار جب ان کے ہاں آ کر قیام فرماتے ہیں تو
انہیں ایسی لڑکیوں سے محبت ہو جاتی ہے۔
وہ سوچتی اور اندر ہی اندر شرماتی کہ اس کے
خواہوں کا شہزادہ بس ابھی آیا ہی چاہتا ہے۔

وہ گھر پر امور میں فوراً ہی خالق مشاق ہوتا جانتی تھی اور اسی چیز کے چکر میں سب کچھ غلط ساٹھ ہو جاتا۔ اس سے بڑی آگ چھین چن کی جھپٹے سال شادی ہوئی تھی۔ اس سے چھوٹی فریج بھی پھر دو چھوٹے بھائی تھے دو بڑے۔ بڑے بھائی جاوید کی شادی ہو چکی تھی اور وہ اپنی بیگم کے ساتھ الگ رہتے تھے۔ اس چھوٹے سے چار کمروں ایک ڈرائنگ روم اور چھوٹے سے صحن والے گھر میں جیلہ بھائی کا دل ہی نہیں لگا لہذا اپنے ابا کے ایک خالی فلیٹ کو لے کر اس میں رہائش اختیار کر لی اور اب بھی کبھی ملنے آتے تھے۔

چھوٹے بھائی تو شادی کے نام سے ہی بدک جاتے تھے۔ ابو جنک میں جا پ کرتے تھے۔ دو چھوٹے بھائی بڑے رہتے تھے فریج انٹر میں تھی۔ آپا موجود تھیں ان کی موجودگی میں بھی بچپن میں کچھ پکانے کی خواہش ہوتی نہ شوق تھا۔ اسی اور وہ ہی مصروف بچن رہتیں اور طرح طرح کے کھانے پکانے تھیں۔ اکثر فریج ان کے ساتھ مل جاتی اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں صفائی ضرور کر لیتی تھی یا کبھی کبھی واشتیک مشین لگائی۔ فارغ وقت میں رسالے پڑھا کرتی تھی۔ آپا کی مفتی دو سال پہلے تایا کے گھر ہوئی تھی۔ اور اب اس نے بی اے بھی کر لیا تھا اس کا کہیں رشتہ ہی ملے نہیں ہوا تھا۔ اسے خیر اس بات کی پروا نہیں تھی۔

آج کل وہ اور اس کی دوست سارہ خود کو گھر پر امور میں ماہر کر رہی تھیں۔ مفتی اس کی بھی نہیں ہوتی تھی۔ ہاں فریج کے لیے خالہ نے بہت پہلے ریحان کے لیے ہاں کر رکھی تھی۔

□□□□

”مفتی بار کہا ہے تجھ سے اتنے کام ایک ساتھ مت کیا کر۔ ایک بھی کام مکمل نہیں ہوتا۔ ایک

ابھی تھی رنجت بھی کھلتی ہوئی تھی۔ قد بھی خوب صورت ہوا سا۔ گھنے سیاہ بال تھے۔ پھر؟ وہ خواہ کرادی اور اس ہونے لگیں۔ آج کل تو خاور کے لڑکیاں دیکھنا شروع ہوئی تھیں خادر اور مہر کی شادی ایک ساتھ ہی کر دیتی ہوں۔ خاندان میں کسی کو خیال نہیں پھر وہ بیٹیاں تو خاندان میں ہی گئی ہیں۔ منورہ اور فریج مہر کے لیے باہر ہی گئی۔ خود سے باتیں کرتی جاری تھیں اور کھلی دیتی جاری تھیں۔

”ارے سنتے ہیں آپ کیا ہوا آپ کے کمال صاحب کا؟ کسی رشتہ کے بارے میں بتا رہے تھے۔“ انہوں نے صحن میں لگے پودوں کی کاٹ چھانٹ کرتے اپنے صاحب کو دیکھا۔

”ہوں۔“
”انہوں نے دوبارہ بات کی؟“
”ہوں!۔۔۔ ان کے منہ میں پاں تھا۔“
”تو پھر آپ نے انہیں گھر کیوں نکال دیا؟“
”ہوں۔۔۔!“

”آپ انہیں آج کل میں بلا لیں۔ یونہی بات سے بات کھتی ہے مہر کے لیے ڈھونڈتا ہے۔ مفتی ہوں اسے ملنے جلنے والوں سے۔“

آج کل۔۔۔ ان کا منہ پرند موضوع تھا۔ بے تکلف بول سکتی تھیں اور یہ دیکھے بغیر کہ مقابل کا رد عمل کیا ہے یا وہ کس جانب رہنماں رکھتا ہے۔

”ہوں!۔۔۔ وہ کھرنی ایک جانب رکھ کر کھڑے ہوئے۔“
”کیا کہہ رہی تھیں؟“
”کیا؟“ انہوں نے صاحب کی جانب دیکھا۔
”بشکل اپنے فہم پر قابو پایا۔ وہ ہاتھ دھونے تلے کی جانب چلے گئے۔“
”مہر چائے تو بناؤ بیٹا۔“
”جی ابو۔“ اندر سے آواز آئی۔

وہ آکر دو بارہ ان کے پاس تخت پر بیٹھ گئے۔

بیٹھے کیا نیم دراز ہو کر انہوں نے اخبار اٹھالیا۔

”کیا کہہ رہی تھیں آپ؟“
”میں یہ کہہ رہی تھی کہ آپ آج اخبار پورا پڑھ کر ہی ادھر سے اٹھیے گا۔ اگر ایک صفحہ بھی چھوڑا نا تو۔“

”تو؟“ انہوں نے اخبار پٹا کر اپنی صلیب کو دیکھا۔ اور پھر بے اختیار ہنس دیے۔ یہ اس بات کا سگنل تھا کہ انہیں اس بات کا احساس ہے کہ وہ کیا کہہ رہی تھیں اور موضوع صحن پر توجہ نہ دینے پر ناراض ہو گئیں۔

”ظاہر ہے کہ میں خود سے تو اس سے کوئی بات نہیں کر سکتا نا۔ اس نے ایک خیال ظاہر کیا تھا۔ دوبارہ اس نے بات ہی نہیں کی۔“
”تو آپ خود سے بات کر لیتے۔ آخر ضرورت تو ہماری ہی ہے نا۔“

”پھر تم کیوں فکر مند ہو رہی ہو؟ جب ہوتا ہوگا ہو جائے گا۔ کون سی خاور کی عمر لگی جا رہی ہے۔“
”خاور کی نہیں مہر کے بارے میں بھی تو سوچنا ہے۔ اکیسویں سال میں لگ گئی ہے خاندان میں سے تو۔۔۔ وہ چپ ہو گئیں۔“

”ابو چائے۔“ مہر ٹرے میں تین کپ لیے آگئی۔ ”اللا بچی والی خوشبودار چائے۔۔۔ پیچھے اور بتائیے کبھی ہے؟“

”یہ تیرا کپ کب کا ہے؟“
”ایک ابوکا فرمائی کپ۔ دوسرا آپ کے میٹ کے لیے تیرا امیرا۔“ اس نے اپنا کپ اٹھالیا۔
”مفتی بار کہا ہے۔۔۔ دو وقت چائے چاکر خون جتا ہے۔“

”اوہ امی مجھے بھی تو معلوم ہو کہ مہر یا میں نے کتنی اچھی چائے بنائی ہے۔“ خالد نے بڑی معصومیت سے کہا کہ امی ابودنوں ہی ہنس دیئے۔
”یہ تم مجھ سے پوچھ لیا کرو مجھ سے۔“ خالد نے

”جس جہن ابھی دیکھ رہے ہیں۔ دو چار رشتے ہیں تو نظر میں۔“

”ہوں! وہ کچھ سوچ کر خبر کو دیکھ کر رہ گئیں۔ پھر تمام وقت ان کی نظریں خبر پر ہی رہی رہیں۔ اور انہیں ایک بے چینی نے اپنے حصار میں لے لیا۔“

□□□□

”آؤ خبر! ابن لگا گئیں۔ میں نے بڑی محنت سے کینوں کے چٹکوں کو جیس کر بنایا ہے۔ اور مختلف چیزیں ملائی ہیں۔“

”جی! خبر چلا گیا مار کر بیڑھیاں اتری اور ادھر ہی جہن کے کنارے امرود کے درخت کے نیچے بیٹھ کر دونوں ابن کے طے آ زمانی کرنے لگیں۔“

”سارہ! اس رشتے کا کیا ہوا جو تمہارے لیے آیا تھا؟“

”دفع کرو۔ وہ بڑا درد بچوں کا باپ۔ معلوم نہیں کیوں لوگ رشتہ پیچھے ہوئے آئیدہ دیکھنا بھول جاتے ہیں۔“

”دل جوان ہونا چاہئے۔“ خبر نے ہاتھ رگڑتے ہوئے شرارت سے اسے دیکھا۔

”اس زندہ دل جوان بڑھے کو تمہارے گھر کا رستہ دکھا دوں؟“

”ہائے نہیں۔“ بے ساختہ ہی منہ سے نکلا۔

سارہ نے مصنوعی غصے سے اسے دیکھا اور پھر ایک دم سے دونوں ہنس دیں۔

”عمریا بیٹا جائے۔ کوئی رشتہ نہ آئے۔“

سارہ پھر سے شروع ہوئی۔

”اے! خبر نے کھوڑا۔“

ایک بار پھر دونوں ابن والا ہاتھ مار کر ہنس دیں۔ اپنے کمرے کی کھڑکی سے خاور نے اور اپنے گھر کی چھت سے جنید نے یہ منظر دیکھا تو بے

دیکھا۔

”خالد کے ساتھ چلی جاؤ۔“

”آپ کیوں نہیں؟“

”میں! کچھ سوچنے کے۔“ اچھا چلا۔ ایک

میں ہی منظوری دے دی۔ ”تم تیار ہو جاؤ! میں ابھی

آ جاؤں۔“ باہر کی جانب رخ کیا۔

”جلدی آئیے گا۔ آتے ہوئے مشائی کا ڈبہ

لے آئیے گا دو کھوکا۔“

”اچھا۔۔۔ اچھا۔“

”میں ذرا اپنے کی چیزیں رکھ لوں۔“ چلی بار

وادہ بنی جس خوشی دیدی تھی۔

فریح نے سنا تو وہ بھی تیار ہوئی۔ ساتھ ہی ای

نے خبر کو بھی کہہ دیا تیار ہونے کے لیے۔

یہ جیونہ سا قافلہ نئے مہمان سے ملنے پہنچا۔

ہیلہ بھا بھی گھر آ چکی تھیں۔ ان کی امی نہیں

اور کزن وغیرہ آئی تھیں۔ ان کی پونی بہت خوب

صورت تھی۔ ہم اللہ کہہ کر گود میں بھر لیا۔ سہن کو

دیکھ کر ہیلہ بھا بھی کی امی کچھ کہتے کہتے رک گئیں۔

بیچے خبر اور فریح کھڑی تھیں۔

خبر کو دیکھ کر ایک دم دماغ نے کلک کیا ورنہ تو

بھری بیٹھی تھیں (آجائے ذرا جاوید کی ماں اچھی

طرح سے سیدھا کروں گی یہ دیکھنے کی محبت کا

حصہ وہ دن بعد ادھر جھانکا ہے) مگر بیٹھی ہی مکان

ہوئوں پر جا کر زہر کا ٹھونٹ بھرا۔

ان کے بھائی کے لیے خبر بہت مناسب تھی۔

خوشدلی سے بیٹھیں۔

فریح نے گڑبائی بیٹھی گود میں بھر لیا۔

”آئی کیوت! اتنی پیاری۔“ خبر بھی اس پر

جھک گئی تھی۔

تھوری دیر بعد وہ ملنے ملانے کی رسموں کے بعد

کچھ دیر بعد مطلب پر آ گئیں۔

”خبر کا کہیں رشتہ وغیرہ طے کیا؟“

ہو جاتا ہے اور میں نہیں چاہتی کہ ہماری چاہت اور محبت کے رشتے میں دراڑ پڑے۔
 "تم اس سے بات کر کے دیکھو۔"
 "سارہ۔" فوج آ میز تحریر سے اٹھ دیکھا۔
 "فریج سے کیا بات کروں میں؟"
 "یہ ہی کہ۔۔۔ سارہ سے بھی جواب نہ بن پڑا۔"
 "ایوب کے اور میرے درمیان سوائے کزن کے اور کوئی جذبہ نہیں ہے اس کے لیے ہو تو اور بات ہے مگر میں کزن کے بعد اسے صرف فریج کا منگیتر سمجھتی ہوں اور بہنوئی کا درجہ دیتی ہوں فریج بھی میرے بارے میں بدگمان ہوئی۔ میں اس کی بدگمانی تو دور کر سکتی ہوں مگر بدگمانی پر یقین ہی مہر نہیں لگ سکتی۔" اس کا انداز سختی اور لہجہ جتنی تھا۔
 "اور مجھے ایسی خوش قسمتی نہیں چاہئے جو جدائی کا راستہ دکھا دے۔"
 "ہوں!" سارہ نے کچھ سوچے ہوئے اسے دیکھا جو اپنے ہاتھوں کی لکڑیوں میں گم تھی۔
 "آئی! ایک بات کہوں؟" رات بڑے دن بعد فریج اس کی قریب بیڈ پر آ کر بیٹھی۔
 "ہوں! کہو۔" آج کل چونکہ اس کا شوق مطالعہ تھا کتاب کو بند کر کے اس کی جانب متوجہ ہوئی۔
 "آپ نے امی کو انکار کیوں کیا؟"
 "فریج!" بحر استغلاب سے اٹھ دیکھا۔
 "انکار کیوں کیا؟"
 "کیا تم میری جگہ ہو تیں تو اقرار کر لیتیں اس شخص کا گھر سنا لیتیں جس کے نام کے خواب تمہاری بہن کی آنکھوں میں روشن ہوں۔"
 "اس کے بچکے ہوئے سر کو دیکھ لی۔"
 "تم اگر ہاں کر بھی نہیں مگر میں اتنی خود غرض نہیں ہوں۔ اپنی بہن کے خوابوں پر اپنا گھر تعمیر

کر کے تمام عمر احساس گناہ میں مبتلا رہوں۔ تمہارا سامنا کرتے ہوئے شرمندہ رہوں اور نہ ہی میری ذات اتنی ارزاں ہے کہ تو نہ ہی اور کسی کا صدر سہاویہ میری اپنی شخصیت اپنا انداز ہے۔ اور ایک ایسا شخص میری تمنائیں ہو سکتا ہے جو طرف کا اتنا چھوٹا اور لکڑ کا اتنا کم زور ہو اور جس کی توسط سے اسی کم زور ہو جو آج میرے لیے مجھے بھی تو چھوڑ سکتا ہے۔ تم کسی اور کے لیے مجھے بھی تو چھوڑ سکتا ہے۔ تم افسردہ مت ہو۔" دھیرے سے اس کا رخسار چھپتا ہوا۔ فریج کے آنسو رخساروں پر بہہ نکلے۔ اس کی بہن کی عظیم جی اور وہ کیا سمجھتی رہی دھیرے سے اس کا ہاتھ چوم لیا۔
 "امی نے اس کا انکار تائی کو بھجوا دیا۔
 اگلے دن فون پر ایوب اس سے انکار کی وجہ پوچھ رہا تھا۔
 "ہمارے درمیان جو رشتہ ہے ایوب بھائی اسے ہی سلامت رہنے دیں کسی اور خواہش سے مجھے کوئی اور رشتہ قبول نہیں اور میں کسی ایسے شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی جو ایسی صفت کا مالک ہو جو دوسروں کو ہرٹ کرے کل کسی اور کے لیے مجھے بھی چھوڑا جا سکتا ہے۔"
 "فریج!"
 "ایوب بھائی اس سلسلہ کو ادھر ہی ختم کر دیں تو بہتر ہوگا۔ میری بہن میں کوئی خامی نہیں۔"
 "آئی! امیراقتد۔" کسی کی عدالت میں لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔" فریج اس کے سامنے آ کر بیٹھی۔
 "میں سر نہیں جاؤں گی یہ بڑوں کا ہی فیصلہ تھا۔" اس کا لہجہ بھرا ہوا تھا۔ رخساروں پر آنسو بہ رہے تھے۔
 "میرے چہرے چونک کر اسے دیکھا تھا جو پلٹ کر واپس جا رہی تھی۔
 "یہ فریج تھی؟" ایوب پوچھ رہا تھا۔
 "ہاں۔ ایک بات پوچھوں ایوب بھائی؟"

ہوں۔"
 "فریج کے لیے انکار کیوں۔ وہ مجھ سے زیادہ سچا اور خوش مزاج ہے۔"
 "انکار!" دھیرے سے آواز ابھری اور پھر فون بند ہو گیا۔ اس نے بھی دھیرے سے ریسیور رکھ دیا۔
 "امی کو اس کے انکار کا افسوس تھا! ایک نہ سہی دوسری کسی اس سے ناراض تھیں۔ غیر معمولی خاموشی نے گھر کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ سارہ بھی آج کل کم آ رہی تھی اس کے کزن کی شادی تھی اور ٹھنڈی آہیں بھر کر وہ اس شادی میں شریک ہوئی تھی۔
 سارے کزن کی ہو گئی شادی۔
 میں روتی۔
 اور میرے اسے تسلی دی تھی۔ ہمت نسواں مد خدا۔ اور مدد خدا نے ان کا گھر دیکھ لیا تھا۔
 جاوید بھائی نے ادھر آنا بالکل بند کر دیا تھا۔ ان کے آئے ہوئے دونوں رشتوں کے لیے انکار جو ہوا تھا۔ امی ابو نے بھی مطلق پروا نہیں کی تھی۔ ان کے بیٹے ان پر بھاری نہیں تھے اب وہ خوب دیکھ بھال کر بھولانے والی تھیں۔ اب تو فریج کا بھی رشتہ احمق بنا تھا۔
 لیکن ایک معجزہ سا ہوا۔ اس روز تائی امی اور تائی ابو بڑی بہو اور بیٹے کے ساتھ آ گئے۔ ساتھ میں مضامین کے دو نوکرے تھے آتے ہی انہوں نے رقیہ خاتون کو پیچھے سے لگا لیا اور ابو تائی ابو کے گلے لگ گئے۔
 "ہوتا وہی ہے جو قسمت میں رقم ہوتا ہے مگر بچوں کو شرمندہ و شرمندہ کر دینا ہوتا ہے۔"
 "سب ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔"
 "تم لوگ رشتہ تو سننے سے پہلے ہی جوڑنے آ گئے ہیں۔"

اس خوشی نے سب پر شادی مرگ طاری کر دیا۔ تائی امی نے اٹھ کر سب کا منہ میٹھا کر دیا اور سب کو یقین آ گیا۔
 "ہم شادی کی تاریخ لینے آئے ہیں۔ ایوب جانے سے پہلے شادی کرنا چاہتا ہے تاکہ دینے وغیرہ کا انتظام ہو سکے۔"
 "فریج نے چپکے سے جا کر فریج کو گلے لگا لیا۔
 "مبارک ہو۔"
 "فریج نے ہنسیکے ہوئے رخساروں سے اسے دیکھا۔
 "جی محبت رائیگاں نہیں جاتی۔"
 "گھر کا وہی سماں ہو گیا تھا سب کے چہروں کی رونق لوٹ آئی تھی۔ تین ماہ بعد فریج کی شادی طے ہوئی تھی۔
 امی کو بڑا قلق تھا کہ میر خالی ہاتھ بیٹھی تھی۔ تاہم بالا بالا وہ رشتے دیکھ رہی تھیں۔ کہیں تو بات بن جائے۔
 بھی ایک اور معجزہ ہو گیا۔
 شادی کی تیاریاں زور و شور سے ہو رہی تھیں کافی سالوں بعد یہ شادی ہو رہی تھی۔ جتنے کے ساتھ ساتھ اپنے کپڑوں کی خریداری بھی جاری تھی فریج بھی خوش تھی۔
 اس پر بہت روپ آیا تھا۔
 دھیرے دھیرے دن غیر سارہ نے ایک جیسے کپڑے بنائے تھے بس رنگ کا فرق تھا۔ میر کارائیل بلوکر تھا اور سارہ کا پنک چوڑی دار بانجامہ اور فلنگ والی قمیض کے ساتھ ساڑے تین کزن کا پینٹا ہوا وہ پینٹ۔
 دونوں ہی بے حد رنگ چوڑی اور لامٹ میک اپ کے ساتھ بہت پیاری لگ رہی تھیں۔
 اسٹیج پر دو بہن نئی فریج اور ایوب بھائی کے ساتھ سووی بنوا رہی تھیں۔ ایوب بھائی اور فریج دونوں کے چہرے پر بے مثال مسکراہٹ تھی۔
 رضیہ خاتون اور سارہ کی امی نگہت ساتھ ساتھ

بہنیں تھیں۔ ایک عورت نے ذومنی سے انداز میں
عمر کے متعلق پوچھا، وہ شاید دلہا والوں کی طرف
سے تھیں۔

اس وقت چنیہ خاوری اور بھین آنٹی سب کی
انکڑیں اونچ پر تھیں اور سب کے دل ایک خیال پر
رقصاں تھیں۔

”معلوم نہیں کون ہے؟“ تجت آنٹی نے
صفائی سے منع کر دیا۔

”تجت“ رضیہ خاتون نے صحرانی سے
دیکھا۔

”تم سے ایک بات کہنی تھی۔“ ذومنی سرگوشی
کی۔

”کیا؟“

”تم اپنی بہن کو مجھے دے دو۔ چنیہ کے لیے۔“

”کیا؟“ وہ حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔ اتنی

اچانک من چاہی بات تھی تو دم خود رہ گئیں۔

”چنیہ تمہارا دیکھا بھالا ہے خاور سے دوستی
ہے۔ اچھی نوکری کرتا ہے، لکھا ہوا کچھ دار لڑکا ہے،

پھر ہم دونوں ایک دوسرے کو سالوں سے جانتے
ہیں، گھر جیسی بات ہوگئی ہے۔“

رضیہ خاتون کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

”بیٹیوں کے رشتے ایسے مائے پاتے ہیں۔“

”تم اقرار کرو شادیانے بچہ اداں کی۔“ ان

کی خوشی دیدنی تھی۔

”مگر ایک شرط پر۔“ انہوں نے شرارت سے
دیکھا۔

”میرا بیٹا گھر واما نہیں بنے گا۔“ تجت آنٹی
نے برجستہ کہا۔

”نا۔ نا۔ نا۔“ انہوں نے بولکھاکر سر
بلایا۔

اور پھر دونوں کلکھلا کر ہنس دیں۔

”ہاں بولو کیا؟“ تجت آنٹی نے رومال سے

آنکھوں کے گوشوں کو صاف کیا۔

”اپنی سارہ میرے خاور کے لیے دے دو۔“

انہوں نے دھیرے سے تجت کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ

چونک کر انہیں دیکھنے لگیں۔

”یہ میری پسند ہے میں میں چاہتا ہوں کہ

انتظار کر رہی تھی۔ پھر میری دیکھی بھالی ہے میں

میں چاہتی کہ کوئی دوسری جیل جیسی آنے اور میرا

گھر ویران ہو جائے۔“ ان کا لہجہ آبدیدہ ہونے

”اللہ نہ کرے۔“ دھیرے سے ان کا ہاتھ تھام

”تم نے چنیہ سے پوچھ لیا تھا؟“

”اور تم نے خاور سے؟“ اور پھر دونوں ایک

ساتھ مسکرائیں۔

”سارہ ادھر آؤ۔“ تجت نے اونچ سے مڑک

ہاتھ تھام کر اترتی سارہ کو ادھر بلایا۔ دونوں کی

پاؤں پر بے ساختہ ہنس رہی تھیں، دونوں ہی ادھر

آئیں۔

”کی ای۔“ مڑک مڑک دیکھتے ہوئے کہا۔

”مڑک کیسی ہے؟“ اسے میں نے چنیہ کے لیے

مانگ لیا ہے۔

”جی۔“ دونوں حیران رہ گئیں۔

”بہن سے کیا؟“

”نہیں، یہی کیسے میری دوست ہے۔ مگر

”مگر کیا؟“

”مگر مبارک ہو امی۔“ بے ساختہ ان کے کٹے

لگ گئی۔ غیر ایک دم سے گھبرا اور شرما گئی۔

”اے! اسٹو میرے گھر کا“ میری امی کا میرے

بھائیوں کا بہت خیال رکھتا۔“ کان میں سرگوشی کی۔

”جیل بھابھی پر مت جانا۔“

”بدلتیز!“ دونوں کلکھلا کر ہنس دیں۔

”ایک خبر اور بھی تو سنو۔“ رضیہ خاتون مسکرا کر

”کیا بتاؤ گی؟“ اپنے بارے میں یا میرے

بارے میں۔“

”تم تو ادھر آؤ۔“ سارہ کو ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔

اور ساتھ ہی وارنگ دی۔

”اے! خبردار اگر رشہ توتی۔“

”اور تم؟“ مڑک مڑک کر اسے دیکھا۔

اس نے تباہانہ انداز میں کالر کھینچا۔

”میں تو ہوں ہی تمہارا سارے کھڑاپے دیکھوں

”کیا۔“ کیا۔“ کیا۔“ اسے مکا دکھایا۔ دونوں

کلکھلا کر ہنس دیں۔ بے ساختہ خوشی سب کے

چہروں سے عیاں تھی۔ کچھ فیصلے شاید یوں ہی

اچانک ہو جایا کرتے ہیں۔

فریح بھی یہ سن کر بہت خوش ہوئی۔

اونچ سے اترتے ہوئے سارہ اسے ہانگیں

جانب اچانک ہی لے آئی۔

”ایک قص کو یہ خوش خبری سنا دوں جو کب سے

تمہارا کھنسر ہے بہت چاہتا ہے تمہیں اور اس خوشی

سے بے خبر۔“

”ک۔ کون؟“

”یہ!“ اس نے چنیہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔

وہ ایک دم سے ہنس آن ہوگئی۔

”یہ ہماری برسوں کی خواہش تھی جو اس لمحہ کی

منتظر تھی۔“ دھیرے سے ہاتھ دبا یا۔ اس نے سر

جھکا لیا۔

”بھائی! مبارک ہو! ہم نے اسے اپنے گھر کی

بہن بنا لیا ہے۔“ سارہ چنیہ کو بتا رہی تھی۔

”اچھا!“ سینے پر ہاتھ باندھ کر دلچسپی سے

دیکھا۔ ”کب۔“ کیسے؟“ چہرے پر شرارت

رخساروں پر چمک اور پیغام دیتی جگنوؤں کی

آنکھوں کو دیکھا اور چمکیں جھکا لیں۔

تاب دیدن تھی بے ساختہ تھی۔

”کدھر؟“ سارہ نے ہاتھ تھام لیا۔

”تمہارے جرم کی سزا سنانے۔“

”مبارک ہو۔“ چنیہ کی سرگوشی ابھری۔ پلٹ

کر اسے دیکھا، روشن قد ملیں اس پر عیاں تھیں۔

”خیر مبارک!“ جواب دیتی وہ سارہ کے

ساتھ پلٹ گئی۔

✽